حافظ راشدالحق سمیع

ذوق پرواز

قسط نمبر ۵
سفر نامہ یورپ

ہر کجا رفتم غبار زندگی درپیش بود
یارب ایں خاک پریشاں از کجا برداشتم (۱)

پیرس میں میرے قیام کا آج تیسرا دن تھا۔ آج ورسیلز (۲) (VERSAILLES) کے شاہی محلات دیکھنے کے لئے اور دیگر اہم تاریخی مقامات اور یونیورسٹیز دیکھنے کے لئے پروگرام ترتیب دیا۔ میں نے علی الصباح اس "عقوبت خانہ" کے "قفس" سے رہائی حاصل کرنے کی ٹھانی۔ کیونکہ ساری رات نیند نہیں آرہی تھی۔ "کل شئ یرجع الیٰ اصلہ" کے اصول کے مطابق دوبارہ اپنے سابقہ ہوٹل ڈی فرانس پہنچا۔ کاونٹر پر کوئی غیر فرنچ منیجر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پاسپورٹ وغیرہ چیک کیا اور ساتھ ہی عربی انداز میں پوچھا کہ یو آر حافظ۔ میں نے عربی لب ولہجہ سے اندازہ کرلیا کہ موصوف عرب ہیں، میں نے نعم کہا جواب میں صباح الخیر کے شیریں لفظوں نے کانوں میں رس گھول دیا۔ یقین

---

۱) میں جہاں بھی گیا غبارہ زندہ میرے تعاقب میں تھا۔ اے خدا میں نے کہاں سے یہ خاک پریشاں اٹھائی۔

۲) یاد رہے ورسیلزوہ جگہ ہے جہاں جنگ عظیم اول کے بعد یہودیوں کی وہ اہم کانفرنس ہوئی جس نے ایک طرف عیسائی دنیا کی آخری طاقت کا خاتمہ کیا اور دوسری طرف اسکی سازشوں سے خلافت عثمانیہ تقسیم ہوگئی اور تیسری طرف لیگ آف نیشنز (League of Nations) کی شکل میں پہلی بین الاقوامی یہودی مملکت وجود میں آئی۔

جائیے ۔ اس دیار غیر میں عربی زبان و لہجہ کو سن کر جو خوشی و مسرت حاصل ہوئی بیان سے باہر ہے کہ اس " خشک صحرا " میں یہ " صدائے دل نواز " اور سخن ہائے " سوز و ساز " کہاں سے آئی ۔

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست از کجا مے آید ایں آواز دوست

اپنا پرانا سابقہ کمرہ لیا ، غسل کیا اور تیار ہو کر ورسائی کی جانب روانہ ہوا۔ ورسیلز جو پیرس سے تقریباً ۲۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ورسلز پیرس سے باہر شاہان فرانس کی بنائی ہوئی " جنت " کا نام ہے۔ اس کے باغات ، تعمیرات ، مجسمے ، فوارے ، خوبصورت طرز تعمیر اور ہر چیز انوکھی بارعب اور دلکش تھی ۔ یہ پیرس سے تھوڑا باہر سرسبز و شاداب اور خوبصورت علاقہ ہے ۔ یہاں پر پانی کی ایک نہر ، جنگل اور پہاڑی بھی ہے ۔ فرانس کے شاہوں نے پیرس شہر کے ہنگاموں اور عوام کی نظروں سے دور " ورسائی " کے علاقہ کو اپنے عشرت کدوں ، محلات اور شاندار باغات کے لئے منتخب کیا تھا۔ کئی شاہوں نے یکے بعد دیگرے اپنے اپنے ذوق کے مطابق تعمیرات کرانے اور ہر نئے آنے والے شاہ نے ان محلات کی تعداد اور حسن و دلکشی میں اضافہ ضروری سمجھا ۔ اس کو بنے ہوئے کئی صدیاں بیت چکی ہیں ۔ مرور زمانہ اور انقلاب فرانس کے ہنگاموں میں عوام کی ضربوں سے اس کو کافی چوٹیں اٹھانی پڑیں ۔ لیکن پھر بھی وقت اور " حوادثات زمانہ " اس کا کچھ بگاڑ نہ سکے یہاں پر دو محلات بہت ہی شاندار ہیں ۔ ایک تو ذرا چھوٹا ہے ۔ یہ لوئیس چاردہم نے اپنی محبوبہ " میڈم ڈامینٹی نان " کے لئے بنایا تھا۔ جس طرح کہ مغل شہنشاہ " شاہ جہان " نے اپنی بیوی (ممتاز محل) کے لئے تاج محل بنوایا تھا۔ شاہوں کے انہی شاہ خرچیوں کو دیکھ کر ہی " ساحر " نے مشہور زمانہ شعر کہا تھا۔

اک شہنشاہ نے دولت کا سہارا لے کر ہم غریبوں کی محبت کا اڑایا ہے مذاق

" ورسائی " کے علاقہ کا سب سے خوبصورت ، حسین و جمیل اور سب سے بڑا محل جسے شاہ لوئی نے تعمیر کیا تھا ۔ اس کا مختصر سا خاکہ پیش کرتا ہوں جس سے اس کی عظمت اور فن تعمیر کی بلندی کا اندازہ ہوتا ہے ۔ اس کو پچاس برس میں ۳۶ ہزار مرد و زن ، مزدوروں ، کاریگروں ، فنکاروں ، مصوروں ، ہنرمندوں ، انجینیروں ، مجسمہ سازوں نے دن رات ایک کر کے تعمیر کیا ۔ سامان لانے کے لئے چھ ہزار گھوڑے موجود تھے ۔ یہ چار حصوں پر مشتمل ہے ۔ ساتھ ہی ایک عظیم اور وسیع و عریض

باغ ہے جو تین سو ایکڑ پر مشتمل ہے۔ یہ کئی شہنشاہوں کا مسکن رہا۔ پیٹرا عظم ۱۷۱۷ء میں لوئس پانز دہم اور پھر بعد میں نپولین اپنے بیوی سمیت ۱۸۰۹ء میں اسی تاریخی محل میں رہے اس محل سے ہی شاہ اور اس کی بیوی کو عوام ذلت کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے پیرس تک لائے۔ انقلاب فرانس میں عوام کو شاہوں کے خلاف اکسانے اور بھڑکانے میں ان عظیم الشان قیمتی محلات نے بھرپور کردار ادا کیا تھا اسی وجہ سے ان کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ اور عوام یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ۔

ہم کو تو یسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

پیرس کے ان شاہانہ محلات، کروفراور اہل فرانس کی زندگی اور عیش پرستی کو دیکھ کر ہی حضرت علامہ اقبالؒ نے فرانس میں ہی یہ شعر کہا تھا!

ڈھونڈ رہا ہے فرنگ عیشِ جہاں کا دوام
وائے تمنائے خام وائے تمنا خام

ورسیلز کے محلات اور (لورے میوزیم) کو دیکھ کر مجھے "احساس فنا" کی طاقت کا اندازہ مزید ہوگیا۔ کل کا "حال" اور "مستقبل" ماضی میں تبدیل ہوگئے۔ محلات، منقش، درودیوار و محرابیں، بالکونیاں آج کھنڈرات میں بدل گئے۔ ہزاروں مربعوں پر محیط عمارات اور سنگ مرمر سے مرصع قلعوں میں رہنے والے متکبرو مغرور حکمران آج چھ فٹ کے تنگ و تاریک قبروں میں مٹی ہوگئے ہیں۔ آج ان شاہوں کے محلات، ان کے سامان زیست، تاج و تخت، ہیروں اور جواہرات سے مزین ظروف الغرض ہر شے تماشۂ عبرت بنی ہوئی ہے۔ یہ کربناک منظر میرے سمیت ہر ذی نفس کے لئے سامان عبرت ہے۔

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

جن محلات میں پرندے بغیر اجازت کے پر نہیں مار سکتے تھے اور جس علاقہ میں عوام کا غلطی سے بھی جانا ان کا بدترین جرم ہوتا تھا بلکہ خواص تک کا جانا ممنوع تھا آج وہاں پر بغیر کسی "پرواہ واجازت" کے ان "اجڑے ہوئے کاخ وکو" میں سیاحوں کے لشکر دندناتے پھرتے نظر

آتے ہیں اور چند روپوں کے ٹکٹ میں ان محلات کا کونہ کونہ دیکھ سکتے ہیں۔

قدرتی طور پہ مجھے ماضی کی تاریخ، گمشدہ تہذیبوں اور "اجڑے دیاروں" سے دلچسپی ہے شاید یہی وجہ ہے کہ میں بے آب وگیاہ وادیوں، خشک صحراؤں، تلاطم خیز سمندروں، سرسبزوشاداب جزیروں، تاریخی میوزیموں، پرشکوہ قلعوں اور بڑے لوگوں کے مزرات وقبروں پر پہنچا۔ اور فنا کے گھاٹ اترنے والی تہذیبوں اور ان خطوں کے حکمرانوں اور خدائی کے دعویداروں کے کھنڈر نما محلات میں میں نے پکارپکار کر کہا! کہ آج کہاں ہیں دعویداران خدائی؟ کہاں ہیں عظمت وحشمت کے مرض میں مبتلا شاہان وقت، وقت کے قیصروکسریٰ، انگلستان کے جارج، ٹیوڈر، ایڈورڈ، ہنری اور فرانس کے لور خاندان بربون، خاندان وآلو اور نپولین، روس کے ظالم حکمران زار کہاں ہیں خاندان ہابیس برگ کے سلاطین کہاں ہیں۔ جرمنی کا ہٹلر کہاں ہے۔ آج فراعنہ مصر کہاں ہیں۔ دارا وسکندر آج کہاں ہیں۔ بقول مجذوب ـــ

مرقدیں دو تین دکھلا کر لگا کہنے مجھے ۔ یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

اے خاوندان "سطوت وحشمت" کہاں ہیں تمہارے تاج وتحت۔ اے "شاہان رفتہ" تمہارے دربار آج کہاں ہیں؟ ایسی کوئی نہ کوئی طاقت تو ہے جس کی عظیم ولازوال قوت کے سامنے تمہاری ساری طاقتیں، سلطنتیں اور فوجیں ٹھہر نہ سکیں۔ کوئی ایسی روشنی تو ہے جس کے آگے تمہارے بھڑکتے ہوئے "چراغ اقتدار" ایسے بجھے کہ پھر کبھی روشن نہ ہوسکے اور جن کی حکومتوں میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا آج ان کے مزاروں پر چراغ تک نہیں جلتے۔ کوئی ایسی قدرت تو موجود ہے جس نے تمہاری اکھڑی اور نخوت وتکبر میں اٹھی ہوئی گردنیں ہمیشہ کیلئے جھکادیں، بلکہ پیوند خاک کردیں۔ کوئی ایسی طاقت تو ہے جس نے تمہاری حسن وجمال، پری پیکروں، مہ رخوں اور خرام نازو والی عورتوں، شہزادیوں، ملکاؤں کو سیاہ خاک تیرہ میں ملادیا۔ آج ان محلات میں ہوا کے جھونکے جب چلتے ہیں تو وہ بھی طنزاً ہنس کر کہتے ہیں۔ کہ دیکھو آج سیاح تمہاری "خلوت کدوں" کو "پامال" کرتے ہیں، تمہارے قیمتی ظروف اور "اشیاء زینت" محض "دل بہلانے" کے کھلونے بن گئے ہیں یا پھر ماہرین آثار قدیمہ کے تحقیقات اور موشگافیاں؟ تم پر تو فنا کی ایسی "مہر" لگی کہ تمہاری

تو خاک تک بھی زمانہ میں باقی نہ رہی ۔ تم سے تو تمھارے عہد کے بنائے گئے ٹوٹے مجسمے اور ناکارہ بت ہی اچھے رہے جو سامان عبرت کے طور پر باقی تو رہ گئے۔ لیکن تمھارا کیا ہوا ......؟ تھوڑی دیر بعد مجھے دیواروں بالکونیوں ، محرابوں ، چبوتروں سے ٹکرا ٹکرا کر یہی صدا آرہی تھی " کل من علیہا فان"" کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام" دوبارہ میں نے ان محلات کے در و دیوار سے سوال کیا کہ آیا تجھ میں بھی کوئی بستا تھا کوئی رہتا تھا اور کن کن لوگوں کی" خرمستیوں" کو تم نے برداشت کیا۔ اور کن کن کی" خرام اندازیوں" اور" حشر سامانیوں" کا" نخرہ" تم نے اٹھایا۔ وہ" ہنگاموں" اور" زم زموں" سے لبریز" سرور و ساز"والی زندگی کہاں رہ گئی ؟ میرے کان میں " بادصرصر" نے سرگوشی کی

آنی وفانی تمام معجز ہائے ہمر
کارے جہاں بے ثبات کار جہاں بے ثبات
اول و آخر فنا، ظاہر و باطن فنا
نقش کہن ہوکہ نو، منزل آخر فنا

سب کچھ" عدم و فنا" کے غاروں نے ہڑپ کرلیا۔ وقت کی ظالم تلوار نے سب کو کاٹ کر رکھ دیا۔ فنا کی آندھی نے سارے مٹی کے" کھلونے وظروف" توڑ ڈالے۔ ہر چیز اپنے اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئی ۔ یہی وہ مقام اور چوراہاہے جہاں سے دوراستے جاتے ہیں ایک تو بقاء کا ۔یعنی مذہب اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور رسالت و عقائد و نظریات کا اسے" صراط مستقیم" کہتے ہیں ۔ دوسرا راستہ اس کے برعکس ہے جہاں سے الحاد و انکار ، زندقہ و گمراہی اور تباہی کی سرحدیں شروع ہوتی ہیں ۔ یعنی فناء کا راستہ .... شاہوں کے انہی ٹھاٹ باٹ اور مظالم کے خلاف انقلاب فرانس برپا ہوا ۔

انقلاب فرانس :-

انقلاب فرانس عہد قریب کا ایک بڑا واقعہ ہے۔ جو فرانسیسی عوام نے اپنے مطلق العنان اور ظالم و جابر متکبر حکمرانوں کے خلاف برپا کیا تھا ۔ اور اپنے اوپر صدیوں سے مسلط لور خاندان کو اقتدار سے نہ صرف محروم کیا بلکہ آخری سولھویں" شاہ لوئی" کی گردن برسرعام مشہور زمانہ " کنکارڈ" نامی چوک میں اڑادی گئی ۔

بقول غالب　　　چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے ۔

اور ساتھ ہی اسکی بیوی (میری انتونی) کو ختم کردیا گیا اور ان شاہوں کے پورے خاندان کو زیروزبر کردیا گیا ۔ فسادات وبغاوت کے وقت شاہ لوئی نے عوام کے سخت جذبات اور بدلتے ہوئے تیور کو بھانپتے ہوئے اور ان کو ٹھنڈا کرنے لئے ایک شوریٰ بلائی جس میں مذہبی پیشواء ، بڑے بڑے امراء اور ہر مکتب فکر کے چیدہ چیدہ افراد کو شامل کیا ۔ لیکن کچھ بات نہ بنی اور بپھرے عوام جوکہ مدتوں سے استبدادی شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے اور استحصالی نظام سے گلوخلاصی کے لئے بلآخر آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑے ۔ بلکہ محلات اور شاہ کی رہائش گاہ پر بھی جھپٹ پڑے ۔ ہر چیز اور ہر رکاوٹ کو انہوں نے کاٹ کر رکھ دیا ۔ دوران انقلاب شہر پیرس میں لاشوں کے پشتے لگ گئے ، قتل وغارت کا وہ بازار گرم ہوا جس کی تپش مدتوں تک محسوس کی جاتی رہی ۔ اور دریائے سین کا رنگ خون سے لال ہوگیا تھا ۔ آخر کار عوام کا یہ ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر ۱۴ جون ۱۷۸۹ء کو شاہی محلات اور پیرس کے دیگر اہم مقامات پر قابض ہوگیا ۔ اس عوامی انقلاب میں زیادہ تر کسان طبقہ تھا ۔ آخر کار ۳۰۰ رکنی اسمبلی نے عوام کے تمام مطالبات کو منظور کیا اور مراعات یافتہ طبقہ کو ہر طرح کی سہولیات سے محروم کردیا گیا ۔ عوام اور اسمبلی کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس پر دونوں فریقوں نے رضامندی کا اظہار کیا ۔ ۲۶ اگست ۱۷۸۹ء کو اس معاہدہ پر دستخط ہوئے ۔ جس کو آج دنیا والے " انسانی حقوق " کا چارٹر کہتے ہیں ۔

انقلاب فرانس اور اس کی جمہوریت اور " انسانی حقوق کے چارٹر " کے متعلق امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کیا زبردست تبصرہ کیا ہے ۔ (اسلام ایک جمہوری نظام حکومت ہے اور انسانی حقوق کماحقہ دینے اور دلانے کا وہ سب سے پہلا اعلان ہے ، جو انقلاب فرانس سے گیارہ سو برس بیشتر ہوا ۔ یہ صرف اعلان ہی نہ تھا ، بلکہ ایک عملی نظام تھا ۔ مشہور مورخ گبن GIBON کے لفظوں میں اپنی کوئی مثال نہیں رکھتا ۔) انقلاب فرانس کے لئے اصل زمین ادیبوں ، سکالروں اور شاعروں نے ہموار کی ۔ انقلاب فرانس برپا ہونے کے بعد فرانس کا آخری " لوئی شہنشاہ " کہتا ہے (انقلاب فرانس کچھ بھی نہیں سوائے والیٹر اور روسو کے ۔)

والیٹر ۲۱ نومبر ۱۶۹۴ء میں پیرس میں پیدا ہوا۔ وفات ۳۰ مئی ۱۷۷۸ء اس نے فرنچ ادب کو جو کچھ دیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ والیٹر بہت ہی قابل فاضل شخص تھا۔ اس کی تصانیف نے ہی فرانسیسی عوام میں انقلاب کا جذبہ پیدا کیا۔ اور شاہوں کے خلاف اٹھنے پر مجبور کیا۔ اس کی کئی کتابوں اور ڈراموں پر فرانس میں پابندی لگی۔ اسکی بڑی تصنیف "فلاسفیکل ڈکشنری" ہے۔ اس نے عوام میں سیاسی شعور پیدا کیا۔ انقلاب فرانس میں "والیٹر" اور "روسو" بانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں ...... ایک دوسرے بانی انقلاب کے کچھ احوال:

ژاں ژاکس روسو (JEAN JACQUES ROUSSEAU) ۲۸ جون ۱۷۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ وفات ۲ جولائی ۱۷۷۸ء۔ اس کی بڑی تصنیف معاہدہ عمرانی (SOCIAL CONTRACT) اور خود نوشت "اعترافات" (CONFESSIONS) عالمگیر شہرت کی حامل ہے۔

واپسی پر میں پیرس کی مشہور اور قدیم ترین یونیورسٹیز کو دیکھنے کے لئے گیا۔ پہلے میں یونیورسٹی "ڈی پیرس" پہنچا۔ یہ پیرس کی بہت بڑی عظیم یونیورسٹی ہے، اس میں ھزاروں طلباء وطالبات پڑھتے ہیں۔ یہ "لیٹن کوارٹر" کے علاقہ کے ساتھ ہی ہے۔ "لیٹن کوارٹر" ایک خوبصورت ایریا ہے، یہاں پر شاپنگ سنٹرز اور ریسٹورنٹ اور متعدد کیفے وغیرہ ہیں۔ خصوصاً یہاں پر اطالوی، چینی، یونانی ریسٹورنٹ زیادہ ہیں۔ ان ریسٹورنٹوں میں زیادہ تعداد طلبہ کی ہوتی ہے۔ لیٹن کوارٹر کو دیکھنے کے لئے اکثر سیاح آتے ہیں۔ میں یونیورسٹی ڈی پیرس کے متعدد شعبوں میں گیا۔ اس کے بعد میں پیرس کی سب سے قدیم ترین اور اعلیٰ پایہ کی "سوربون" یونیورسٹی پہنچا۔ یہ یورپ کی ایک تاریخی اور عظیم یونیورسٹی ہے۔ بارھویں صدی میں اس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ کلیسا کی سرپرستی اس کو حاصل تھی۔ اور اس کا پرنسپل بھی اپنے وقت کا بڑا پادری ہوتا تھا۔ اس یونیورسٹی کی تاریخ کیمبرج ۶۷۔ ۱۱۶۸ء اور "آکسفورڈ" مشہور عالم یونیورسٹی ۱۲۰۹ء میں قائم ہوئی۔ اس یونیورسٹی کی طرز تعلیم اور ثقاہت یورپ میں تمام علمی دانش گاہوں سے زیادہ تھی۔

"شاہ فرانسیس" اول نے ۱۵۲۹ء میں یہاں کولیژ "تحقیقاتی ادارہ" کی بناء ڈالی۔ اور پھر دینی تعلیم کے علاوہ کئی اور علوم وفنون یہاں پڑھائے جانے لگے۔ پھر اس کے بعد سترہویں صدی میں فرانس

کے وزیر تعلیم " کارڈینال ریشیلیو" نے جو کہ ایک اچھے مدبر اوردانشور بھی تھے ۔ اس تاریخی یونیورسٹی کی ازسرنو تنظیم کی اور نصاب میں سائنس ، ریاضی اور فرانسیسی زبان اور دیگر زبانوں کی ادبیات پڑھائی جانے لگیں ۔ یہاں ایک قابل غور نکتہ یہ ہے کہ یورپ " حقوق وآزادی نسواں " کا علمبردار بنا ہوا ہے ۔ اور انکی تعلیم وتربیت کاخود کو بڑا " معلم " سمجھتا ہے ۔ لیکن یورپ کی اس عظیم درسگاہ (سوربون) میں ۱۸۸۰ء تک عورتوں کو داخلہ لینے کی اجازت نہیں تھی ۔ اور ۱۸۴۸ء میں ایک لڑکی کو اپنے شوہر سمیت یہاں پہ داخلہ ملا ۔ اس سے یورپ کی " روشن دماغی " اور عورتوں کے حقوق کے بارے میں انکی منافقانہ پالیسی واضح ہوتی ہے ۔ " نیشنل لائبریری " پیرس کا ایک قدیم کتب خانہ ہے ۔ اور دیکھنے کے قابل ہے ۔ سولہویں صدی میں " فرانسوااول " نے اس شاہی کتب خانہ کی ازسرنو تعمیر کی ۔ انقلاب فرانس کے بعد ۱۷۹۴ء سے یہ " قومی کتب خانہ " کہلانے لگا ۔ یہاں بہت ہی نایاب اور نادر مخطوطات محفوظ ہیں ۔ نپولین نے یہاں پر یونانی ، لاطینی اور فرانسیسی ، عربی ، فارسی ، ترکی کتابوں کا بہت عظیم ذخیرہ یہاں محفوظ کیا ۔ " نپولین " اگر چہ ایک ظالم اور جابر جنرل حکمران تھا ، لیکن یہ علم کا بہت ہی قدردان اور خود بھی صاحب علم تھا ۔ زمانہ طالب علمی میں اس نے بہت زیادہ مطالعہ کیا ۔ اس نے اٹلی میں علوم وفنون کے ماہرین افراد کیساتھ بہت تعاون کیا ۔ اس نے " ورجل " سن پیدائش ۷۰ ق م جو کہ روم کا ایک عظیم شاعر تھا ۔ اور جس کی شہرہ آفاق کتاب " اینیڈ " کو رزمیہ شاعری کا شہکار کہا جاتا ہے ۔ اسکی روم میں ایک بڑی یادگار تعمیر کی ۔ اس سے اسکی علم دوستی معلوم ہوتی ہے ۔

نپولین کے بارے میں کہیں پڑھا ہے کہ دوران قید اس کے لئے صبح کتابوں کا بڑا ذخیرہ بھیجا جاتا جس کو شام کے وقت یہ واپس کردیتا ۔ کسی نے پوچھا کہ اتنی جلدی آپ کیسے ساری کتابیں پڑھ لیتے ہیں ؟ نپولین نے جواب دیا کہ میں کتاب کی جلد اور چند صفحے دیکھ کر ہی معلوم کر لیتا ہوں کہ کتاب میں کیا ہے ۔ نپولین کی " خودنوشت " پڑھ کر اسکی علمیت اور شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے ۔ اس نے دیگر مذاہب کا بھی غور سے جائزہ لیا تھا ۔ غالباً اسلام کے بارے میں بھی اس نے ایک کتاب " نپولین بونا پاٹیکل آف اسلام " لکھی ہے ۔ پیرس کی ایک خوبصورت ، شہکار اور عجوبہ

لائبریری بھی دیکھنے کے قابل ہے ۔ یہ چھ سات منزلہ عمارت دنیا کی واحد عمارت ہے جو پائپوں کی مدد سے تعمیر کی گئی ہے ۔ چھتوں میں پائپ ، دیواروں میں پائپ الغرض پائپ ہی پائپ ۔ لفٹ بھی پائپ نما ہے ۔ ایفل ٹاور کے بعد پیرس والے اب اس بلڈنگ پر بھی افتخار کرتے ہیں ۔(اور جو کہ انکا حق بھی بنتا ہے) یہ جدید ترین بلڈنگ ہے جس میں درمیانی فلور پر لائبریری ہے جس میں کمپیوٹر کی سہولت جوانٹرنیٹ سے منسلک ہوتے ہیں ۔اور فوٹو سٹیٹ مشینیں ہیڈ فونز اور ویڈیو کیسٹس الغرض تمام سہولیات عوام کے لئے فری ہیں ۔ آپ سو سالہ پرانا اخبار ایک منٹ میں خصوصی سکرین پر دیکھ سکتے ہیں ۔ پیرس کی اس لائبریری میں جو بات تھی وہ کہیں نہیں دیکھی مثلاً انڈیا آفس لائبریری ، برٹش گیلری ، اسکندریہ اور قاہرہ کے کتب خانے اور بریڈ فورڈ اور لندن کے لائبریریوں میں وہ بات میں نے نہیں دیکھی ۔ بہرحال اہل فرانس کی علم کی قدردانی قابل تحسین ہے ۔ کہ اس مادیت کی دور میں بھی لوگ مطالعہ ضرور کرتے ہیں ۔ میں پیرس کے مشہور شاپنگ سنٹروں میں عصر کے وقت گیا ۔ کہ تھوڑی بہت شہر پیرس سے "خریداری" کرونگا ۔ یہاں کی سب سے مشہور چیز عطریات اور پرفیومز ہیں ۔ پیرس جانے سے پہلے اپنا یہ "خیال خام" تھا کہ پیرس میں "عطریات کے دریا" بہتے ہونگے ۔ اور کم سے کم ایک " دو گھڑے" ہم بھی وہاں سے مفت لے آئیں گے ۔ (آب زم زم کی طرح) لیکن جب عطریات وعرقیات کی دکانوں پر گیا اور وہاں جاکر قیمتیں سن کر میں تو " عرق انفعال" میں ڈوب گیا ۔ کہ اتنی زیادہ قیمتیں لندن سے بھی دوگنی بلکہ چوگنی ۔ انتہائی " افسردہ خاطر" ہوا کیونکہ اپنا تو یہ خیال تھا کہ خود کو " مالا مال" اور " مستغنی" کرنے کے بعد دوست واحباب کے لئے بھی " شہر پیرس کے یہ ھدایا " لے جاؤنگا ۔ لیکن

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یورپ میں ان عطریات کی دکانوں کی ایک خاص بات یہ ہے کہ آپ اندر جاکر ہر طرح کے سپرے اور پرفیوم ٹرائی کے طور پر اپنے کپڑوں ، اپنے ہاتھوں پر کر سکتے ہیں ۔ اور بار بار اس مفت شوق سے خود کو معطر کر سکتے ہیں ۔ اس بات پر آپ کی کوئی روک ٹوک نہیں ۔ یعنی یہاں پر " اباحت" جائز ہے اور اس پر کوئی قید وبند نہیں لیکن " تملیک " پر پابندی ہے ۔ میں نے بھی

اس " بادہ مفت " سے " خوب تردامنی " کی ۔ کہ (مفت راچہ گفت)

ع جی میں کہتے ہیں کہ مفت ہاتھ آئے تو مال اچھا ہے

عطریات کی تمام دکانیں دیکھ لیں ۔ آخر میں میں نے ان مہنگی ترین عطریات کے بارے میں یہی کہہ سکا ۔ کہ ع نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

پیرس کی ہوش رباء مہنگائی مجھ سمیت ہر سیاح پر مسکراتی ہے ۔ اس " درویش بے گلیم " کی " ذنبیل " " بے متاع " کو دیکھ کر " مہنگائی " نے مجھ پر بھی ایک قہقہہ مارا ۔ اور سیاح بے چارے از شوکیسوں میں رکھے ہوئے اشیائے مختلفہ اور چمکتی دمکتی رنگارنگ قیمتی " مال و متاع " کو دیکھ کر صرف یہ کہہ سکتے ہیں :

ع ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

خوشبوں کی اتنی " بھاری بھرکم " قیمتیں دیکھ کر میں نے صرف ان کو " مقدس " جان کر اور " چوم " کر دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیا ۔ اور " خوش کام " ہوکر بلکہ " مشک بار " ہوکر اس " عطرستان " سے یہ شعر دہراتا ہوا سبک رفتاری سے نکل گیا ۔

ع وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا اب عطر بھی ملو تو محبت کی بو نہیں ۔

عروس البلاد میں میں تنہا تھا کسی سے " شناسائی " بھی نہیں تھی ۔ منہ اٹھائے ادھر سے ادھر نکل پڑتا ۔ کبھی کسی لائبریری میں ، کبھی یونیورسٹی ڈی پیرس میں کبھی ، " یونیورسٹی بربون " ، کبھی کسی شاہ کے محل میں ، کبھی کسی مرقد شاہی کے چکر کاٹتا ۔ اور کبھی باغات کی تفریح ہوتی اور کبھی تاریخی تعمیرات اور قلعوں کی سیر ہوتی جسے فرنچ " شیٹو " کہتے ہیں ۔ کبھی دریا سین میں کشتی کی سیر ہوتی ، الغرض اتنی زیادہ تفریح اور " سامان عبرت " اور ادھر میری تنہائی و بے زبانی ۔۔۔ ۔ شہر پیرس جتنا گنجان اور وسیع ہے اتنا ہی آدمی اس میں اکیلا ہوتا ہے ۔ یہ صرف میری ہی رائے نہیں بلکہ کئی لوگوں کی جتفقہ رائے ہے ۔ میرا دل تین روز سے " احساسات " اور " جذبات " سے بھرا ہوا تھا لیکن سامعین عنقا اشعار کی " گرم بازاری " سے اپنا " شوریدہ سر " " وبال دوش " پر " تنور " کی مانند " سلگتا " تھا ۔ لیکن پردیس میں کوئی " ہمدم دیرینہ " کوئی " شناسا " ، کوئی " سخن شناس " اور " سامع " نہ تھا ۔ اطراف

وجوانب میں ہزاروں انسانوں کی بھیڑ میں "جبری" خاموش تھا۔ میرے خیال میں اس سے زیادہ بڑھ کر ایک "حیوان ناطق" کیلئے کیا اذیت و سزا ہوگی ؟ کہ باجود قوت مخاطبہ کے "جبراً" خاموش ہو۔

ہر طرف ہر جگہ بے شمار آدمی پھر بھی تنہائیوں کا شکار آدمی

اور انسان کے حواسہ خمسہ تندرست وتوانا ہوں اور وہ پھر بھی "عضو معتل" بن جائے۔ اور اس پہ طرفہ تماشہ یہ کہ مترجم بھی نہیں تھا۔ غیر اگر ہوتا بھی تو بہ زبان آتش۔

ع زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے

شام کا وقت قریب ہونے والا تھا میں ہوٹل میں بیٹھے بیٹھے اکتا گیا تھا۔ پیرس کی مشہور عالم سڑک شانزلیزا روڈ جسے دنیا بھر کی سڑکوں کی ملکہ بھی کہا جاتا ہے۔ بیشک اس کے بارے میں جیسا سنا تھا اس سے کہیں زیادہ خوبصورت اور دلکش پایا۔ یہ دورویہ سڑک ہے۔ تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر لمبی ہے۔ اس سڑک پر دنیا کے بڑے بڑے شاپنگ سنٹرز بنے ہوئے ہیں۔ اپنی وسعت اور جدید ترین شاپنگ سنٹرز کی بناء پر یہ لنڈن کے مشہور اور دنیا کے بڑے شاپنگ ایریا" آکسفورڈ سرکس" سے بھی زیادہ خوبصورت ایریا ہے۔ اس کے فٹ پاتھ پر کئی چھوٹے بڑے ریسٹورنٹ بنے ہوئے ہیں۔ اور یہ جگہ اپنی خاص وضع اور خوبصورت ریسٹورنٹوں کی بدولت دنیا بھر میں منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں بہت ہی تاریخی اور پرانے ریسٹورنٹ بھی ہیں۔ جن میں اس وقت کے بڑے بڑے لوگ شاعر، دانشور، ادیب، مصور اور بڑے بڑے انقلابی افراد گھنٹوں بیٹھ کر تبادلہ خیال کرتے رہتے۔ یورپ کے تمام بڑے بڑے لوگ یہاں شام کے وقت ضرور کھانے پینے کیلئے حاضری دیتے۔ کئی ریسٹورنٹوں میں اپنے وقت کے بڑے بڑے لوگوں کے دستخط آج بھی محفوظ ہیں۔

شہنشاہ ایران (رضاشاہ پہلوی) نے اپنے جشن کے موقع پر اسی جگہ سے کھانے تیار کر کے خصوصی جہازوں میں ایران منگوائے تھے۔ یہاں پر شام کے بعد ایک میلے کا سماں ہوتا ہے۔ اہل پیرس اور خصوصاً سیاح "حضرات" ضرور اس جگہ کا" چکر" لگاتے ہیں۔ یہاں پر بہت بڑی بڑی کمپنیوں کے دفاتر اور شاپنگ سنٹرز بھی قابل دید ہیں۔ خصوصاً مرسڈیز بینز (Mercedes Benz) کا شوروم قابل دید ہے۔ یہاں پر شام کے وقت روشنی کی بڑی بڑی لائٹس جلتی ہیں روڈ کے کنارے بک سٹال،

ٹیلی فون بوتس اور چھوٹے چھوٹے کیبن نما دکانیں بھی ہیں۔ اس سڑک کا سرا مشہور " محراب فتح" چوک سے شروع ہوتا ہے۔(جو ۱۸۰۶ء میں نپولین نے اپنے فتوحات کی یادگار تعمیر کی تھی)۔ اور لوگ ایک دوسرے کو دعوت وغیرہ انہی ریسٹورنٹوں میں دینا بہت بڑی بات سمجھتے ہیں۔ اس کے لئے ہفتوں پہلے بکنگ کرنی پڑتی ہے ۔یہاں میں نے اتنی زیادہ خلق خدا کو " مارچ پاسٹ" کرتے ہوئے دیکھا کہ حیران رہ گیا۔ میں نے بھی اس روڈ کو سرکر کے چھوڑا یہاں تک کہ بالکل تھک گیا۔ اور ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھ گیا۔ سڑک کے دونوں جانب خوبصورت درخت قطاروں میں ہاتھ جوڑے کھڑے عجیب دلکش منظر پیش کررہے تھے۔ اور جب تیز ہوا کے جھونکے چلتے تو اسکی سرسراہٹ سیاحوں کو ہزار داستانیں سناتیں۔ ساتھ ہی سڑک پر برق رفتار گاڑیوں کا سیل رواں مرواں دواں تھا۔ کبھی اسی سڑک پر شاہی خاندان اور امراء شہر زرق برق و مرصع باوقار و رعب ودبدبے والی شاہی بگھیوں میں بیٹھ کر محو خرام پھرتے تھے۔ اور انکی ہیبت ناک گاڑیوں اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے یہ سڑک لرزتی اور گونجتی تھی۔ اور "ہٹو بچو" کے نعرے بلند ہوتے۔ آج ان شاہوں کے مسکن پیرس میں انقلاب فرانس کی وجہ سے ہر کوئی شاہ وقت کے برابر ہے ......

یہاں پر میں کافی دیر کھڑا رہا، اس کے بعد اب میں شانزلیزا کے پڑوسی ایفل ٹاور کو اندھیرے میں دیکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ سنا تھا کہ اس کا اصل نظارہ رات کے وقت ہوتا ہے۔ میں یہاں سے ایفل ٹاور تک پیدل ہی گیا۔ کیونکہ زبان کے مسئلہ کی وجہ سے ٹیکسی والے سے کون " مغز پاشی" کرتا۔ اور ایفل ٹاور کے سامنے بنی ہوئی خوبصورت سیڑھیوں پہ بیٹھ گیا۔ میرے دیکھا دیکھی " فلک پیر" کا " دست طلب" " جنبش" کرتا ہوا آگے بڑھا اور ڈھلتے ہوئے " آفتاب کی صراحی" سے " جام حمرت" بھر کر "نوش جاں" کیا۔ اور چند ساعتوں کے توقف کے بعد افق کے کونوں پر سرخی پھوٹنے لگی۔ اور "روئے شام" پر شفق کی سرخی مزید تیز تر ہوتی گئی۔ شہر پیرس نے " انگڑائی" لی اور " لباس شب" زیب تن کیا۔ جگمگاتی تململاتی روشنیوں نے "غازے" کا کام کیا۔ ایفل ٹاور پیرس کے ماتھے پہ "جھومر" کی طرح سج رہا تھا۔ دریائے سین بھی" مست والست" ہوکر شہر کے بیچوں بیچ "رقص" کرتا ہوا بہہ رہا تھا۔ دریا کے کنارے روشنی کے کھمبے نصب تھے۔ عجب رنگ و نور کا منظر تھا۔ دریا کی

لہریں بھی اچھل اچھل کر پیرس کا نظارہ کر رہی تھیں۔

ع پانی بھی موج بن کر اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو

فضاء میں سبزہ اور پھولوں کی مہک نے عجیب طلسماتی فضا بنالی تھی۔ اور یوں لگ رہا تھا جیسے شہر پیرس نے اپنی بند "حنائی ہتھیلیوں" کو کھول دیا ہو۔ کھیاریوں میں لگے "گھائے شگفتہ" کی "ادیائے کج کلاہی" و نازوادا نے نہایت متاثر کیا۔ اپنا "دریائے دل" بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حسین شام کی کشش کو دیکھ کر موجزن ہوہی گیا۔ ع نظارے کو یہ جنبش مژگاں بھی بار ہے

اور بے اختیار "محبوب حقیقی" کی جلوہ طرازیوں اور اداؤں کو دیکھ کر یہ شعر زبان پر آگیا۔

تیرے جلوے اب مجھے ہر سو نظر آنے لگے
کاش یہ بھی ہو۔ کہ مجھ میں تو نظر آنے لگے

"مصوّراول" کے خامۂ معجز رقم نے کیا کیا اور کیسی کیسی گل کاریاں کی ہیں۔ اور "جلوہ گاہ رنگ وبو" کو کس انوکھے انداز سے بنایا ہے۔ رب کائنات ہر لمحہ ہر لحظہ اپنی بے پایاں قدرت کے مظاہرے فرماتے رہتے ہیں۔

آرائش جمال سے فارغ نہیں ہنوز پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

ادھر دیکھئے غروب آفتاب ہوا ادھر "پردہ آسماں" پر دوسرا "سین" شروع ہوا۔ شام کی "حمرت" کے بعد بیاض کا تڑکا پھر دھیرے دھیرے چاند نے "گھونگھٹ" اتار کر بزم کائنات کو فروزاں کرنے کیلئے انگڑائی لی چاند کے دیکھا دیکھی ستاروں اور کواکب نے بھی اپنی اپنی قندیلیں روشن کردیں۔ ان میں سے بعض ستارے ہم جیسے "گم کردہ راہ" مسافروں کے لئے سمت کا تعین کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد رب کائنات نے "سیاہ شب" کی مانگ کروڑوں اور اربوں ستاروں اور چاندنی سے بھردی۔ کہ نہ تو شب کو گلہ ہو اور نہ ہی زمین پر بسنے والوں کو اندھیرے اور "ظلمت شب" کی شکایت رہے دیکھئے اگر یہ رات کی سیاہی اور خاموشی واندھیرا نہ ہوتا تو غروب آفتاب وطلوع آفتاب کے "ہنگامے" کیونکر اور کہاں ہوتے؟۔ اور کیونکر اس کائنات کے "آئینہ جمال" میں رنگوں کا انعکاس ہوتا۔ اور کیونکر قدرت کا کامل نظام ہستی ہماری ناقص سمجھ میں آتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس پوری دنیا میں میرے خالق نے کسی بھی شئ اور ذرے کو بے مایہ وناکارہ نہیں بنایا۔ (ماخلق اللہ ذالک

الاباالحق) اور اگر غور کیا جائے تو ہر چیز، ہر ذرہ میں ہفت اقلیم ، اور کائنات کے اسرار ورموز کے بے شمار دفتر بند ہیں ۔ اس لئے شاعر کہتا ہے :

ع ذرہ سے کائنات کی تفسیر پوچھ لے
قطرے کی وسعتوں میں سمندر تلاش کر

اور ہر چیز سے صدائے فافہم فافہم اور فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین کی صدائیں بلند ہوتی ہیں ۔

ففی کل شئی لہ آیتہ تدل علیٰ انہ واحد

فرق اتنا ہے کہ کوئی دیکھنے والی آنکھیں ، سننے والے کان ، عقل سلیم، محسوس کرنے والا دل اور روشن دماغ رکھتا ہو ۔ ان فی ذالک لذکریٰ لمن کان لہ قلب او القیٰ السمع وھو شھید ۔

یورپ کے تمام بڑے شہروں میں سیاحوں کے لئے ایک خاص قسم کی دو منزلہ بسیں ہوتی ہیں ۔ جس کی چھت پر انتہائی خوبصورت انداز میں کرسیاں نصب ہوتی ہے ۔ اور ساتھ میں گائیڈ لاوڈ سپکیر کے ذریعے شہر کے اہم اور تاریخی مقامات کے بارے میں سیاحوں کو بریف کرتے ہیں ۔ یہ بسیں شہر کے مرکزی حصہ سے روانہ ہوتی ہیں اور ایک دو گھنٹوں میں تمام شہر کا چکر لگاتی ہیں ۔ اس سے سیاحوں کو بہت فائدہ ہوتا ہے ۔ کم وقت میں بہت کچھ دیکھ لیتے ہیں ۔ یہ بسیں درمیان میں نہیں رکتیں ۔ خصوصاً لنڈن کی بسیں بہت مشہور ہیں ۔ میں نے پیرس شہر کی سیر کے لئے اس کا انتخاب کیا ۔ اسے پیرس ویژن (Paris Vision) کہتے ہیں ۔ بس میں سوار ہو کر تمام شہر کا نظارہ ہم نے چلتے چلتے کیا ۔ بہت سے تاریخی مقامات ، گرجے ، چوراہے ، پارک ، شاپنگ پلازے اور دیگر اہم مقامات دیکھیں ۔ پیرس میں بھی فحاشی دیگر مغربی شہروں کی طرح عروج پر ہے ۔ اور اس کے لئے کئی علاقے مخصوص رہتے ہیں اور انہی گندگی کے ڈھیروں سے اللّٰہ تعالیٰ نے یورپی اقوام پر طرح طرح کی بیماریاں بطور عذاب نازل کیں ۔ خصوصاً ایڈز (Hiv.) کی بیماری نے تو ان کی کمر توڑ دی ہے ۔ یورپ اور امریکہ اربوں ڈالر خرچ کرنے کے بعد بھی اس مرض کا صحیح علاج دریافت نہ کر سکے ۔ آج یورپ خود کو مہذب ترقی یافتہ ، تعلیم یافتہ اور اعلیٰ اخلاق وعادات اور اونچی سوسائٹی کا علمبردار سمجھتا ہے ۔ اور سارے عالم سے خود کو برتر سمجھنے والا اور شمس قمر وستاروں اور بحروبر کو مسخر کرنے والا اپنی جنسی خواہشات پر قابو نہ رکھ سکا اور اپنی خواہشات کے آگے اس کے ہاتھ

پاؤں بندھے ہوئے ہیں ۔ یہ جنسی خواہشات کے غلام ہیں ۔ عوام تو درکنار خواص کا اعلیٰ طبقہ بھی اس میں بری طرح ملوث ہے ۔ اور آج حقیقتاً یورپ میں فرائیڈ (Sigmund Freud) پیدائش ۱۸۵۶ء کے نظریہ "جنسیت" (Sex) کی حکمرانی ہے ۔ اور عیسائیت اور مذہب اس نظریہ کے سامنے نہ ٹھہر سکے ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ عیسائیت میں فحاشی پر قابو نہ پایا جاسکا بلکہ کلیسا اور پادریوں کے ذریعے اس مکروہ کاروبار نے مزید برگ وبار پھیلایا ۔ عیسائیت میں شاہ قسطنطین نے روم پر قبضہ (۳۵۰) کرنے کے بعد اس نے بڑی ہوشیاری سے بت پرستی کا بیج لگایا ۔ اور اکثر بت عریاں بنائے گئے ۔ اور کلیساؤں میں سجائے جانے لگےاور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے ۔ اسی طرح فحاشی پھیلانے میں پادریوں اور عورتوں کی تجرد والی زندگی کا بھی کافی عمل دخل ہے ۔ اسی تجرد اور خشکی نے یورپ کو ہلاکررکھ دیا تھا ۔ ہر روز کلیسا کے زیر سایہ گناہ کی ترویج ہونے لگی اور حتی کہ درندہ صفت پادریوں نے عورتوں اور لڑکوں میں تفریق نہیں کی ۔ بس نفس کی آگ کو بجھاتے رہے ۔ پادریوں کے جرائم کی تعداد شمار میں نہیں آسکتی ۔ آج بھی یورپ کے اخبارات میں آپ کو پادریوں کے ان نازیباں حرکات کی خبریں دیکھنے کو ملتی ہیں ۔ مارٹن لوتھر جو کہ ایک جرمن پادری تھا ۔ پیدائش ۱۴۸۳ء وفات ۱۵۴۶ء میں ہوئی ۔ کی پروٹیسٹینٹ تحریک جو کھیتولیک فرقہ اور کلیسا کی اصلاح بلکہ اس سے بیزاری کی تحریک تھی ۔ مارٹن نے پادریوں کے تجرد والی زندگی، رہبانیت اور عورتوں کی رہبانیت و تجرد کے خلاف بڑا شور اٹھایا ۔ اور اس کا یہ نقطہ بڑا صحیح اور عقل کے نزدیک تھا کہ لازماً پادریوں کو شادی کرنی چاہئے ۔ کہ آخر یہ بھی انسانی خواہشات رکھتے ہیں ۔ اسلئے کہ پادریوں کی رہبانیت اور تجرد سے معاشرے میں بہت سی خرابیاں پھیلتی ہیں ۔ مارٹن نے خود بھی کھیتر نیافان بورا سے نکاح کیا جو ایک راہبہ تھی ، اور اس کے پیشواؤں نے شادیاں کیں ۔ شادی کے مسئلہ میں اسلام نے سارے مذاہب پر برتری حاصل کی ہے ۔ کیونکہ یہ دین فطرت ہے ۔ جو انسانی خواہشات کا احترام کرتا ہے اور اسی لئے ہی تعدد ازدواج کا فلسفہ ہماری سمجھ میں آتا ہے ۔ اسلام کے تعدد ازدواج پر چیں بہ جبیں یورپین مفکرین ، مستشرقین ، بے سروپہ اعتراضات کرتےوقت اپنی حالت کیوں بھول جاتے ہیں ۔

ہیسی (Hesse) کاشاہ لوگوں کو حکم دیتا تھا کہ شادی کے باجود کئی عورتوں سے تعلقات رکھو ۔ اسی طرح پروٹسٹنٹ فرقہ کے بعض انتہا پسند گروہ عورتوں سے بغیر نکاح کے تعلقات رکھتے تھے ۔ جیسے فرقہ موراویہ MORAUIANS) وغیرہ ۔ فرانس کے سب سے بڑے مفکر والیٹر نے اسلام کے

تعدد ازدواج کے موقف کی "فلاسفیکل ڈکشنری" میں کیا زبردست وکالت کی ہے۔ جو ان یورپیر مفکرین کے لئے باعث غور و فکر ہے؟۔

یورپ میں فحاشی کی ابتداء و آغاز کا مختصر تاریخی جائزہ :۔

یورپ میں فحاشی کی ابتداء و آغاز قدیم روم اور قدیم یونان سے ہوتا ہے۔ اور محققین یونان کے مشہور مقنن حکیم سولن (SOLON) کے عہد کو فحاشی کی شروعات میں شمار کرتے ہیں۔ اور اس نے کئی بیہودہ قوانین فحاشی کے لئے بنائے تھے۔ اگر چہ بعد میں یورپ میں فحاشی کی روک تھام کے لئے کافی کوششیں بھی ہوئیں میں انسداد فحاشی کی کوششیں اور پھر خصوصاً فرانس کا قحبگی کے خلاف اپنے وقت میں کوششیں قابل ذکر ہیں۔

یورپ میں اکثر فرمانراؤں نے فحاشی کے خلاف وقفہ وقفہ سے سخت ترین سزائیں اور قوانین بنائے۔ اور بہت مخلصانہ کوششیں کیں، لیکن اکثر ان میں ناکام ہوئے۔ مثلاً قدیم روم کے شہنشاہ تھیوڈوسیس اور ویلنٹی نین نے روم میں تمام قحبہ خانے بند کردیئے تھے۔ اسی طرح قوم وزگوت (VISIGOEHES) کے شاہ تھیوڈورک(THEODORIC)نے فحاشی کے خلاف سزائے موت کا سخت ترین فرمان جاری کیا۔ اس کے علاوہ شاہ (RECAKD) نے عورتوں کے خلاف کوڑوں اور شہربدر کرنے کی سزا مقرر کی۔ اس کے علاوہ اور کئی حکمرانوں نے اس کے خلاف اقدامات کئے۔ مثلاً شہنشاہ شارلین، شاہ قرطاجنہ حسیریخ، جرمنی کے فریڈک بارک نے بھی فحاشی پھیلانے والوں کی خلاف بہت کچھ کیا لیکن یہ سب کوششیں بے نتیجہ ثابت ہوئیں۔ یورپ میں انسداد فحاشی کی سب سے آخری کوشش اٹھارویں صدی میں وانتا کی ملکہ" ماریا تھریسا" (MARIA THERESA) نے کی۔ اس نے لوگوں کو قید کیا اور سزائیں دیں، طرح طرح کے جرمانے وصول کئے میخانوں، ہوٹلوں کا معائنہ ہونے لگا۔ بلکہ خادماؤں کو رکھنا ممنوع ہوگیا۔

۱۷۵۱ء میں اسی کے خلاف ایک کمیشن جس کا نام (CHASTISTY COMMISION) تھا قائم کیا گیا ان تمام کوششوں کے باوجود یورپ میں فحاشی اور عریانیت کا "شجر خبیثہ" برگ وبار پھیلاتا رہا۔ بلکہ لوگوں کی طبعیت اور فطرت میں سرایت کرگیا۔ اور آج یورپ میں فرائیڈ کا نظریہ سیکس عروج پر ہے۔ یورپ میں فحاشی کے خلاف کئی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ مثلاً ڈبلیو ایکٹین (ACTON) کی کتاب "قحبگی" Prostitution اور آرتھر شیرویل کی کتاب (LIFE IN LONDON) اور ڈسپرے Dis peres کی کتاب پیرس کی فحاشی la pr ootitatinaparis

وغیرہ اہم ہیں ۔ اس موضوع پر دیگر لکھنے والوں میں گلبرگ (GULLBERG ، پوٹن ، سلوجیٹ (SLOGET) فرانس کے محقق پرنٹ دوشاتلے ، آرتھر شیرویل وغیرہ قابل ذکر ہیں (۱) فرانس کا قحبگی کے خلاف جدوجہد اور انسداد فحاشی کی کوششیں :۔

فرانس کا قحبگی کے خلاف جدوجہد اور انسداد کی کوششیں بھی اس وقت کافی سخت تھیں ، مثلا لوئی نہم نے ۱۲۵۴ء میں فرمان جاری کیا کہ ملک کی تمام کسبیوں کا مال ومتاع چھین کر ملک بدر کیا جائے ۔ اور پھر اس کے بعد ۱۲۵۶ء میں اسی فرمان کا اعادہ کیا ۔ اسی طرح ۱۵۶۰ء میں چارلیس نہم نے پیرس میں تمام قحبہ خانے توڑ ڈالے ۱۵۶۰ء میں چارلس نہم نے انسداد فحاشی کیلئے نیا قانون بنایا اور ہر قسم کے قحبہ خانوں کو توڑ ڈالا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ زہر تمام پیرس شہر میں پھیل گیا

نہ شوخی چل سکی باد صبا کی　　بگڑنے میں بھی زلف اس کے بناء کی

اسی طرح لوئی چار دہم کے زمانے میں پیرس بیس سال تک قحبہ خانوں سے محفوظ رہا اور تھیٹر ڈرامے اور دیگر خرافات بھی ناپید ہوگئے لیکن لوئی پانزدہم نے فحاشی کو دوبارہ فروغ دیا اور اپنے بڑوں کی مدتوں کی محنت داد و عیش کی نذر کردی۔اسی طرح کیتھرائن ڈی میڈیسائی CATERINEDE MEDI/ نے اٹلی سے سینکڑوں کسبیاں فرانس میں اپنے ساتھ لائیں تاکی اس کے ذریعہ سیاسی مقاصد حاصل کیئے جاسکیں ۔

انقلاب فرانس کے مدح خواہوں کو اس کے تباہ کن پہلو نظر نہیں آتے حالانکہ آج دنیا میں جس قدر فحاشی اور اخلاق باختگی ہے اسی انقلاب کی " برکات " ہیں اور کسی نے صحیح کہا ہے کی انقلاب فرانس نے قحبگی کے ایک نئے دور کو جنم دیا اور پھر فرانسیسی رہنماؤں کا جنگ کے بعد قوم سے یہ اعلان کہ بچے جنو اور جناؤ مناکحت کی ضرورت نہیں، سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فرانس دیگر یورپی ممالک سے اس باب میں کتنا آگے چلا گیا......۔

یہ پیرس میں میری آخری رات تھی میں یہاں تین دنوں میں کافی اکتا گیا تھا میں نے باقی فرانس وپیرس کے دیکھنے کا ارادہ کینسل کردیا اور دل میں پکا قصد کیا کہ صبح سویرے عروس البلاد پیرس سے چھٹکارا حاصل کروں ۔ کیونکہ اس " دشت امکاں " میں گھبرا گیا تھا ۔ صبح ہوئی تو میں نے انگلستان (لنڈن) جانے کے لئے " پر " تولنا شروع کئے ۔ اور ٹکٹ کے بکنگ کیلئے ہوٹل سے چل نکلا

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب
ہم نے اس دشت امکاں کو بھی ایک نقش پا پایا

(جاری ہے)

نوٹ : ذوق پرواز کے تمام ماخذ و مصادر آخری قسط میں دیئے جائینگے